

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمعین حقانی

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی أدب الخادم

خادم کو ادب دینے کا بیان

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبد الله عن سفيان عن أبي هارون العبدی عن ابي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: إذا ضرب أحدكم خادماً فذكر الله فارفعوا أيديكم، وأبو هارون العبدی اسمه عمارة بن جوين. وقال يحيى بن سعيد: ضعف شعبة أبو هارون العبدی قال يحيى وما زال ابن عوف يروي عن أبي هارون حتى مات.

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارتا ہو پھر وہ خادم اللہ تعالیٰ کا نام لے لے تو تم اپنے ہاتھوں کو (اس کے مارنے سے کھینچ کر) اٹھاؤ۔

اور ابو ہارون عبدی جو ہے ان کا نام عمارہ بن جویں ہے اور یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ شعبہ نے ابو ہارون کو ضعیف قرار دے دیا ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ ابن عون مرتے دم تک ابو ہارون سے روایت کیا کرتے تھے۔

اپنے ماتحتوں کی نگرانی کرنا اور ان کو ادب دینا اسلامی فریضہ ہے:

پہلے باب میں خادم غلام اور نوکر کو گالی دینا اور ان کے زرد کو ب کرنے کی ممانعت ذکر ہوئی۔ اس باب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تربیت اور تادیب کے طور پر مارتا بھی جائز ہے۔ غلام خادم شاگرد اور مرید یا بیوی بچوں کو ادب دینا بھی لازمی امر ہے۔ اور اسی تادیب کے لئے کبھی کبھی تھوڑا بہت مارتا بھی ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے عیال سے ادب کی لٹھی نہ اٹھانا۔ لہذا آقاؐ، استاذؐ، پیرؐ، باپؐ اور شوہر کو یہ حق حاصل ہے۔ دین اسلام چونکہ دین عدالت ہے ہر چیز میں میانہ روی، عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے اس وجہ سے پہلے باب میں بڑے طبقے آقا وغیرہ کو

اپنے مملوکوں اور خادموں کے بارے میں خوف الہی دلا کر ان کے ساتھ نرمی کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اور اس باب کا حاصل یہ ہے کہ تادیب کے لئے مارنا بھی جائز ہے لیکن جب وہ خادم وغیرہ اپنے کو بچانے کی خاطر اللہ تعالیٰ کا نام یاد کر لے تو پھر ان کے مارنے سے ہاتھ اٹھالو۔ نیز مارنے میں بھی اپنے جذبات پر چلنا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے چنانچہ سر اور چہرے پر مارنا جائز نہیں ہے۔ نیز اس طرح مارنا بھی جائز نہیں جس سے جسم کو زخم لگ جائے۔

سندی بحث:-

احمد بن محمد یہ احمد بن محمد بن موسیٰ المروزی ہے۔ ثنا عبد اللہ یہ عبد اللہ بن مبارک ہیں جو کہ حدیث کے مشہور امام ہیں۔ عن سفیان یہ حضرت سفیان ثوری ہیں یہ بھی مشہور ہیں۔

عن ابی موسیٰ ہارون العبدی۔ ان کا نام عمارہ بن جوین ہے۔ جوین صیغہ تصغیر کے ساتھ ہے یہ راوی اپنے اسم کنیہ ”ابو ہارون“ کے ساتھ مشہور ہے۔ بعض نے ان کو متروک کہا ہے۔ اور بعض نے ان کی تکذیب کر کے انہیں شیعہ قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ دارقطنی نے کہا ہے کہ لوگ اس کو خارجی اور شیعہ قرار دیتے ہیں۔ پس اس کی وہ روایت معتبر ہوگی جو حضرت سفیان ثوریؒ اس سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا ہے ”لیس بشی“ اور امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت شعبہ نے اسے ضعیف قرار

دیا ہے:

اللہ تعالیٰ کے نام کا ادب کرنا لازمی ہے:

یعنی جب تم اپنے کسی خادم کو مار رہے ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرے تو تم اس کے مارنے سے رک جاؤ۔ مثلاً وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے کہ اے اللہ تو میری مدد کر۔ تو مجھے بچا۔ یا اللہ تعالیٰ کا واسطہ تمہیں پیش کر کے جان چھڑانا چاہے۔ مثلاً کہے اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے نہ مار۔ اللہ کے واسطے مجھے چھوڑ دے۔ تو اللہ کے نام کی تعظیم کی وجہ سے اب اس کو چھوڑنا اور اس کے مارنے سے رک جانا لازمی ہے۔

باب ماجاء فی العفو عن الخادم

خادم کو معاف کرنے کا بیان

حدثنا قتیبہ ثنا رشد بن سعید عن ابی ہانئ الخولانی عن عباس

بن جلید الحجری عن عبد اللہ بن عمر قال: جاء رجل الى النبی ﷺ فقال:

یا رسول اللہ کم أعفوا عن الخادم؟ فصمت عنه النبی ﷺ ثم قال یا رسول اللہ کم أعفوا عن الخادم؟ قال: کل یوم سبعین مرة..... هذا حدیث حسن غریب، ورواه عبد اللہ بن وہب عن ابی ہانی الخولانی بهذا الاسناد نحو هذا۔
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا تو کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے خادم کو کتنی معافی دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص نے پھر کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک دن میں ستر مرتبہ۔
یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور اس حدیث کو عبد اللہ بن وہب نے ابو ہانی الخولانی سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا قتيبة ثنا عبد الله بن وهب عن أبي هانئ الخولاني بهذا الاسناد نحوه وروی بعضہم هذا الحدیث عن عبد اللہ بن وہب بهذا الاسناد وقال عن عبد اللہ بن عمرو۔
حاصل ترجمہ: یعنی گزشتہ روایت حضرت قتیبہ نے رشید بن سعد عن ابی ہانی الخولانی الخ کی سند سے نقل فرمایا، اور اس روایت میں یہی حدیث حضرت قتیبہ نے عبد اللہ بن وہب عن ابی ہانی الخ کی سند سے نقل کی ہے۔

وروی بعضهم الخ:

یعنی بعض نے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ عبد اللہ بن وہب سے روایت کی ہے لیکن اس میں عبد اللہ بن عمر کی جگہ عبد اللہ بن عمرو (واؤ کے ساتھ) ذکر ہے۔
نامناسب سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے:

فصمت عنه النبی ﷺ: یعنی اس شخص نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا کہ کتنی حد تک معافی کروں خادم کو؟ تو رسول اللہ ﷺ ان کو جواب دینے سے خاموش رہے۔ اس خاموشی کی وجہ یا تو یہ تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جواب دینے کے لئے وحی کا انتظار کر رہے تھے۔ اور یا اس خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ یہ سوال جناب رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ آیا۔ کیونکہ یہ تو مندوب اور مستحب امور میں سے ہے جتنا زیادہ ہوتا تا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ مثلاً کوئی یہ پوچھے کہ کتنا صدقہ کروں؟ کتنے نوافل پڑھوں وغیرہ۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ نفل پڑھنا ثواب ہے، اور نفلی صدقہ ثواب ہے، کوئی جتنا زیادہ کر سکتا ہے تو کرے اس میں پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جب انہوں

نے مکرر سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

کل يوم سبعین مہرۃ: یعنی روزانہ ستر مرتبہ خادم کو معاف کیا کرو۔ ظاہر ہے کہ دن میں ستر مرتبہ اگر کوئی اپنے خادم کو معاف کرے تو اس خادم کو کبھی جھڑکنے اور مارنے کی نوبت نہ آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ نبی الرحمتہ ہیں۔ نوکر ملازم اور طلباء کو چاہیے کہ یہ حقوق لوگوں سے بیان کریں کہ عوام اور مزدور طبقہ آگاہ ہو جائے کہ دین اسلام میں ان کے حقوق کا کتنا تحفظ کیا گیا ہے۔

باب ما جاء فی أدب الولد

اولاد کو ادب دینے کا بیان

حدثنا قتیبہ ثنا یحییٰ بن یعلیٰ عن ناصح عن سماک عن جابر بن سمرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لأن يؤدب الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع..... هذا حدیث غریب..... وناصح بن علاء الکوفی لیس عن أهل الحدیث بالقوی ولا یعرف هذا الحدیث الامن هذا الوجه. وناصح شیخ آخر بصری یروی عن عمار بن ابی عمار وغیرہ وهو اثبت من هذا.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: البتہ کسی آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع (طعام) کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

اور ناصح بن علاء الکوفی اہل حدیث کے نزدیک قوی نہیں ہے اور یہ حدیث اس طریق کے علاوہ کسی دوسرے طریق سے معلوم نہیں ہے۔ اور ایک ناصح ایک دوسرے بصری شیخ بھی ہیں جو کہ عمار بن ابی عمار وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ اس سے زیادہ ثبت ہے۔

نسبی اور روحانی اولاد کی اچھی تربیت کرنا لازمی ہے:

اولاد کے ساتھ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اچھے طریقے سے ان کی تربیت کی جائے۔ ان کو اسی طرح بے لگام چھوڑ دینا کہ خراب معاشرے سے بری اخلاق و عادات پڑتے رہیں۔ یہ ان کی حق تلفی ہے اور ان کو ہلاکت کے